بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ ۱۰۴۲/

کچھ باتیں
کچھ یادیں

جنرل محمد ضیاء الحق شہیدؒ

خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ٹرسٹ پوسٹ بکس ۶۰۹ کراچی

صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۵۸-۴۳ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۷۴۸۰۰

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو لوگ راقم سطور کے افتادِ طبع، مذاق و مزاج، مشاغل اور خاندانی روایات سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس کا حلقۂ تعارف و احباب، اور دائرۂ کار علمی و فکری اور دعوتی و اصلاحی حلقوں تک محدود ہے، وہ عالم اسلام کے حالات پر اثر ڈالنے والے وقعات سے گہرے تعلق و تأثر، ممالک اسلامیہ اور خود اپنے ملک کی لائقِ قدر اور قابلِ احترام شخصیتوں کی پوری قدر شناسی اور احترام کے ساتھ ان سے ایک ایسا محدود و محتاط علاقہ اور ربط رکھتا ہے، جو اس کے علمی و تصنیفی مشاغل پر اثر انداز نہ ہونے پائے، اس کو ان کے فیصلوں، رویہ اور طرزِ کار میں شریک ذمہ دار اور جواب دہ نہ بنائے عرصہ سے اس کا عقیدہ اور عمل علامہ اقبالؒ کے اس شعر پر ہے۔ ؎

جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

سربراہان مملکت اور اپنے ملکوں کے صاحب اقتدار اور صاحب اختیار شخصیتوں میں سے صرف شاہ فیصل شہید مرحوم (والیٔ مملکت عربیہ سعودیہ) کا استثنا کیا جا سکتا ہے جن سے حجاز یا حرمین شریفین اور اس سب سے بڑی عربی اسلامی مملکت کے سربراہ اور ذمہ دار ہونے کی بنا پر جو عالم اسلام کا قلب، بلد امین اور

www.abulhasanalinadwi.org

مہبط وحی ہے اس کی اسلام سے منصرف وابستگی بلکہ اس کی تعلیمات واثرات کا نمائندہ اور داعی وترجمان ہونا ضروری ہے، اور وہاں کی صورتِ حال عالمِ اسلام کیلئے مقیاس الحرارۃ والبرودۃ (بیرومیٹر) کی حیثیت رکھتی ہے، راقم سطور نے ان کے ولی عہدی اور وزارت عظمیٰ کے زمانہ میں ان سے ملاقات کی اور ان کو سرزمین مقدس پر اثر انداز ہونے والے بعض واقعات، منصوبہ بندی اور تعلیم وتربیت کے بعض پہلوؤں کی طرف متوجہ کیا اور باہمی اعتماد واحترام کی فضا میں ان سے تخلیہ میں گفتگو کی، سربراہ مملکت ہو جانے کے بعد متعدد بار ان سے نجی طور پر ملاقاتیں اور گفتگو ہوئی، لیکن یہ گفتگو ہمیشہ خود انہیں کے ملک کے حالات، ضروریات، حال ومستقبل اور اداروں اور شعبوں تک محدود رہتی تھی۔ انہوں نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور اس کی قدر کی کہ ان ملاقاتوں سے نہ اپنے لئے ذاتی طور پر نہ کسی تعلق رکھنے والے ادارہ یا منصوبہ کے سلسلہ میں اجتماعی طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی انہوں نے اپنی خداداد ذہانت سے (جسمیں مشکل ہی سے ان کی مثال ملے گی) اس کی بڑی قدر کی، اور بعض اوقات جب میری طرف سے ملاقات کیلئے وقت حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہوتی تھی، ان کی طرف سے ملاقات کا اشارہ ہوتا تھا۔

اس محتاط طرز عمل کا مظاہرہ سب سے زیادہ پاکستان کے

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب اقتدار اشخاص اور ذمہ داروں کے معاملہ میں ہوا۔ قیام پاکستان ۱۹۴۷ سے ۱۹۷۸ تک جب کہ مختلف ضرورتوں سے (جن میں سب سے بڑا محرک اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کا لاہور میں طویل قیام اور میرا بغرض استفادہ اور صحبت وہاں کا سفر اور ہفتوں قیام تھا) نیز اس بناء پر کہ خاندان کا تقریباً دو تہائی حصہ پاکستان میں سکونت پذیر تھا، بارہا پاکستان کا سفر پیش آیا، اس تیس سال کے عرصے میں صدر مملکت اور وزیر اعظم تو ایک طرف پاکستان کے کسی وزیر یا ذمہ دار حکومت سے بھی ملنے کی کوشش نہیں کی گئی، نہ اُدھر سے کبھی تحریک ہوئی، خدا کو یہ منظور تھا کہ زندگی کا یہ آئین اور یہ مسلسل روایت صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے معاملہ میں ٹوٹ جائے۔

اس کی تقریب یہ پیش آئی کہ رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے "جس کی مجلس تاسیسی کا میں روز اوّل سے رکن ہوں"، جون ۱۹۷۸ء کے آخر میں کراچی میں اپنی ایشیائی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ اور اعلان ہوا، یہ کانفرنس ۶ رجولائی ۱۹۷۸ء سے منعقد ہو رہی تھی، میں اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی کمیٹی میں شرکت کی وجہ سے حجاز ہی میں تھا، میری اس کانفرنس میں شرکت ہر طرح سے قرین قیاس تھی، اور رابطہ کے سکرٹریٹ کی طرف سے اس کیلئے اصرار تھا، میں عزیز

www.abulhasanalinadwi.org

گرامی مولوی محمد معین اللہ صاحب ندوی کی معیت میں جو میرے رفیق سفر تھے ۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو کراچی کیلئے روانہ ہوا۔ ہندوستان سے رفیق محترم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے علاوہ جو رابطہ کے مجلس تاسیسی کے رکن ہیں، میرے دو عزیز رفیق برادر زادہ عزیز سید محمد الحسنی مرحوم "مدیر البعث الاسلامی" اور مولوی اسحاق جلیس ندوی مرحوم مدیر "تعمیر حیات" کو بھی مدعو کیا گیا تھا، ہندوستان کا ایک موقر وفد بھی کانفرنس میں شریک تھا، کانفرنس کی صدارت میزبان ملک کے ایک موقر نمائندہ جناب اے۔ کے بروہی صاحب (جو اس وقت وزیر قانون اسلامی امور اور جنرل محمد ضیاء الحق کے خاص معتمد اور مشیر قانونی تھے) کر رہے تھے۔ نائب صدر کے طور پر راقم سطور اور انڈونیشیا کے نمائندہ ڈاکٹر رشدی اور فلپائن کے ابوبکر صاحب کا انتخاب ہوا۔ جنرل صاحب نے کانفرنس کا افتتاح کیا، عالم اسلام کے مختلف حصوں سے موقر شخصیتیں اور مجلس تاسیسی کے تقریباً تمام اہم ارکان شریک اجلاس تھے، صدر اجلاس اے۔ کے بروہی صاحب سے میرا تعارف حجاز کی اس عالمی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے موقعہ پر ہوا تھا جو اس سے کچھ عرصہ قبل مکہ معظمہ میں منعقد ہوئی تھی۔ انہوں نے میری بعض تصنیفات کا بھی مطالعہ کیا تھا، بروہی صاحب ہی نے جنرل صاحب سے کانفرنس کے اختتام پر ملاقات کا وقت مقرر کیا، جنرل صاحب سے

www.abulhasanalinadwi.org

کسی نے اس سے پہلے میرا تعارف کرادیا تھا، اور ان کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے میرے خاندانی تعلقات کا علم تھا، بروہی صاحب نے جنرل صاحب سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا، کہ مولانا نے میری درخواست پر مجھے وہ دعا تلقین کی جو ان کی والدہ صاحبہ نے ان کو سکھائی تھی، اس کے الفاظ ہیں، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ بِفَضْلِكَ اَفْضَلُ مَا تُوْتِیْ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ ہ

اے اللہ مجھے اپنے فضل سے وہ بہتر سے بہتر عطا فرما جو اپنے نیک بندوں کو عطا فرمایا کرتا ہے۔

بروہی صاحب نے کہا کہ مجھے بہت سے بزرگوں نے مختلف وقتوں میں مختلف دعائیں اور اذکار بتلائے، لیکن اس دعا نے میرے دل کو پکڑ لیا، اور مجھ پر حاوی ہوگئی، اس پر جنرل صاحب نے فرمایا کہ میری والدہ بھی میرے لئے بڑی دعائیں اور مجھے خدمت اسلام کی تلقین کرتی تھیں، اور ان کی تمنا تھی کہ میں اسلام اور مسلمانوں کے کام آؤں، آپ مجھے بھی کوئی دعا بتائیے جس کا میں ورد رکھوں، راقم نے عرض کیا کہ آپ درود شریف ہی کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے، یہی سب ضرورتوں کیلئے کافی ہے، مجھے حال میں معلوم ہوا کہ جنرل صاحب نے درود شریف کا اپنی زندگی میں خاص اہتمام کیا، مدینہ طیبہ میں ان کی حاضری مسجد نبویؐ میں، نماز اور مواجہ شریف میں بڑے ذوق و اہتمام سے سلام پیش کرنا اور اتنی دیر تک

www.abulhasanalinadwi.org

وہاں ٹھہرنا کہ سرکاری طور پر حفاظتی انتظامات کے ذمہ داروں کو مشکل پیش آجاتی اور وہ درخواست کرتے کہ اب آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے چلیں، لیکن وہ وہاں ٹھہرنے پر اصرار کرتے، یہ واقعات میں نے مدینہ طیبہ کی حاضری پر قابل وثوق احباب سے بارہا سنے ہیں۔ میں نے اس مجلس میں حجاز مقدس، حرمین شریفین کے بارے میں (سب سے بڑی اسلامی مملکت کے صدر اور قائد افواج اور مسلمان سپاہی کی حیثیت سے، ان کو اپنی خصوصی ذمہ داری سمجھنے اور ان کی حفاظت کیلئے اپنی خدمات اور مساعی صرف کردینے کی طرف بھی متوجہ کیا، جس کو انہوں نے بہت توجہ اور مسرت کے ساتھ سنا، مجھے اس پوری مجلس میں یہ محسوس ہوتا رہا کہ میں ایک صاحب ایمان، مسلمان سپاہی اور ایک مسلمان صدر مملکت سے گفتگو کر رہا ہوں۔ جس کا ایسا احساس مجھے متعدد ذمہ دار اور صاحب اقتدار شخصیتوں سے ملاقات اور گفتگو کرنے میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

۱۹۷۸ء کے اسی سفر میں اسلام آباد میں صدر کے محل میں میری ان سے دوسری ملاقات ہوئی، اس ملاقات میں صرف جسٹس افضل چیمہ صاحب موجود تھے، جو بعد میں رابطہ عالم اسلامی کے پاکستانی دفتر کے انچارج منتخب ہوئے، اس وقت وہ مجلس قوانین اسلامی کے صدر ذمہ دار تھے۔ جنرل صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

www.abulhasanalinadwi.org

میں نے کہا کہ سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ ہندوستان سے اچھے تعلقات رکھیں، تاکہ ہم اطمینان سے معتدل اور پرسکون ماحول میں اپنے تعمیری و تعلیمی و رفاہی کام انجام دے سکیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بالکل یہی میرا بھی خیال ہے، اور میری اس سلسلہ میں مرارجی ڈیسائی سے (جو اس وقت ہندوستان کے وزیر اعظم تھے) ٹیلفون پر گفتگو ہوتی رہتی ہے، لیکن کیا۔ کیا جائے یہاں لوگ جذباتی بہت ہیں، ان کے بعد کے مسلسل طرز عمل نے (جو انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رکھا) ثابت کر دیا کہ وہ۔ اس اصول اور طریق کار کے سختی سے پابند ہیں اور نازک موقعوں پر بھی۔ انہوں نے دماغی توازن، ضبط نفس اور حقیقت پسندی کا دامن نہیں چھوڑا

جنرل صاحب کو جب معلوم ہوا کہ میں اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کیلئے ان کے آبائی وطن قصبہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا جا رہا ہوں (مجھے معلوم ہوا تھا کہ ان کے والد صاحب کا بھی حضرت سے بیعت و ارشاد کا تعلق ہے جس کی مجھے تحقیق نہیں ہو سکی) تو انہوں نے چیمہ صاحب کو اشارہ کیا کہ وہ میرے لئے سرگودھا جانے کیلئے خصوصی ہوائی انتظام کر دیں لیکن میں نے مصلحتاً اس کو منظور نہیں کیا، اور بطور خود ٹرین کے ذریعہ سرگودھا کا سفر کیا۔

۱۹۷۸ء کی ان دو ملاقاتوں کے بعد سے میرا جنرل صاحب سے

www.abulhasanalinadwi.org

نہ ملنا ہوا، نہ کوئی رابطہ قائم ہوا، غالباً ۸۵ یا ۸۶ میں انہوں نے استاد محترم علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کی شہرۂ آفاق کتاب سیرت النبیؐ کے ساتویں حصّہ کا مطالعہ کیا جو معاملات اور اسلام کے نظام حکومت اور سیاست پر ہے، اور جو مختصر ہونے کے باوجود بڑی فکر انگیز، کتاب وسنّت، عہد خلافتِ راشدہ، تاریخ اور طریقہائے حکومت کے وسیع اور گہرے مطالعہ اور اسلامی سیاسی تحریکات کے تجربات کا نچوڑ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنرل صاحب کو حکومت کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور ایک اسلامی مملکت کی تشکیل جدید کیلئے ایک ایسی رہنما کتاب کی ضرورت تھی، وہ اس کو پڑھ کر بڑے متاثر ہوئے، اتفاق سے اس پر پیش لفظ اور تعارف میرے قلم سے ہے جو محترمی سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب مرحوم ناظم دارالمصنفین کے اصرار پر میں نے لکھا تھا، اور اسمیں صفائی سے لکھدیا تھا کہ سیّد صاحب کی تصنیف پر میرا مقدّمہ لکھنا آثار قیامت میں سے ہے، لیکن چونکہ یہ کتاب ناتمام اور مختصر ہے اس لئے کسی ناقص کا اس پر کچھ لکھنا قابل عفو و درگذر ہے کہ ؎

"دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر"

معلوم نہیں جنرل صاحب کو سہو ہوا، یا انہوں نے اظہارِ تعلّق و قدر دانی کا ایک راستہ اختیار کیا کہ مقدّمہ نگار کیلئے حکومت پاکستان کی طرف سے ایک لاکھ روپئے کے عطیہ کا اعلان کیا، میں نے

www.abulhasanalinadwi.org

ان کی خدمت میں خط لکھا کہ میں اس عطیہ کا کسی طرح مستحق نہیں، براہ کرم اس کا نصف حصہ ادارۂ دار المصنفین کو پیش کر دیا جائے جس نے یہ کتاب دریافت کی اور اس کی اشاعت کا انتظام کیا، بقیہ نصف حضرت سیدہ صاحبہؒ کی بیگم صاحبہ (والدہ عزیز گرامی ڈاکٹر مولوی سید سلمان ندوی سلمہٗ) کی خدمت میں پیش کر دیا جائے جو پاکستان ہی میں مقیم ہیں، اس کارروائی میں خاصی دیر لگی، لیکن بحمد اللہ اس کی تکمیل ہو گئی۔

جنرل صاحب سے ایک ملاقات مئی ۱۹۸۶ء میں شرق اردن، یمن، اور حجاز سے واپسی کے دوران کراچی میں ہوئی، جنرل صاحب نے اس ملاقات کیلئے اپنے مجوّزہ پروگرام میں کچھ ترمیم بھی کی، محترمی جناب مولانا ظفر احمد صاحب انصاری اس ملاقات کے خاص محرک اور اس میں واسطہ تھے، میں نے جنرل صاحب کی خدمت میں قُبَّۃُ الصَّخْرَۃ (مسجد اقصیٰ) کا وہ خوبصورت مرمری ڈھانچہ پیش کیا جو مجھے عمّان میں پیش کیا گیا تھا، اس ہدیہ میں (زبان حال سے) اس کا اشارہ بھی تھا کہ مسجد اقصیٰ کی بازیافت اور اس کا استخلاص بھی ایک صاحبِ ایمان، مسلم صدر مملکت کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ غالباً اسی سفر میں کراچی کے ایک کثیر الاشاعت اخبار کے نمائندہ نے مجھ سے انٹرویو لیا اور یہ سوال کیا کہ صدر مملکت نظام اسلامی کے جاری کرنے اور اس کو حقیقی معنیٰ میں اسلامی مملکت بنانے کا عرصہ سے وعدہ کر رہے ہیں، لیکن اس پر عمل کرنے کی ابھی تک

www.abulhasanalinadwi.org

نوبت نہیں آئی، اس سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟

میں کہا کہ ایسے موقع پر دو رویئے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ کوئی مسلمان جو صورتاً بڑا متشرع نظر نہ آتا ہو، آپ سے کہے کہ میں ایک مسجد کی تعمیر کرنا چاہتا ہوں، آپ اس سے کہیں کہ یہ صورت اور خانۂ خدا کی تعمیر؟ آپ کو کبھی مسجد میں جانے کی توفیق بھی ہوئی، اور آپ کے باپ دادا نے بھی یہ کام کیا تو اگر وہ مسجد بنانے کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو کان پکڑ لے گا، اور اس ارادہ سے باز آجائے گا۔ دوسری شکل یہ ہے کہ آپ کہیں کہ۔ سبحان اللہ ارادہ مبارک ہو آپ ہی جیسے لوگوں نے مسجدیں بنائی ہیں۔ ہم بھی اس کا خیر میں شریک ہیں اور آپ کا ہاتھ بٹائیں گے، تو اگر اس کام میں تردد تھا تو وہ اس کا عزم کرلے گا، اور مسجد کی تعمیر کی سعادت حاصل کرے گا۔

مجھے اس موقع پر یمن کے ایک عالم کی وہ گفتگو یاد آگئی جو حکمتِ یمانی کا ایک نمونہ ہے [1]۔ یہ اسی سال (مئی ۱۹۸۲ء) کا واقعہ ہے، راقم سطور کو صنعاء کے ایک قدیم محلہ میں ایک یمنی عالم سے ملایا گیا جو میری عربی تصنیفات کا مطالعہ کر چکے تھے اور میرے خیالات سے واقف تھے، انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں دو راستے ہیں جن کو دینی جدّوجہد کرنے والے اختیار کر سکتے ہیں، ایک یہ کہ ایمان۔

---

[1] ایک صحیح حدیث میں اہل یمن کے بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَّالْحِکْمَۃُ یَمَانِیَۃٌ، (ایمان یمن کی چیز ہے اور حکمت یمن کا امتیاز ہے)

www.abulhasanalinadwi.org

کرسی والوں (اہل حکومت) تک پہنچا دیا جائے، اور دوسرا یہ کہ اہل ایمان خود کرسیوں تک پہنچ جائیں، یعنی حکومت کی ذمہ داریاں براہ راست سنبھال لیں، انہوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ پہلے طریق کار کو ترجیح دیتے ہیں میں نے کہا کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا، ہمارے یہاں برصغیر میں گیارہویں صدی ہجری میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے یہی طریق کار اختیار کیا، اور اپنے لوگوں کو حکومت کی کرسیوں تک پہنچانے یا خود پہنچنے کے بجائے اس وقت کے سربراہ مملکت تک ایمان کی دعوت اور حمیت اسلامی کی دولت پہنچانے کی کوشش کی اور اس کو اطمینان دلایا کہ وہ کرسی حکومت تک پہنچنے کی کوشش تو الگ رہی اس کا وسوسہ بھی دل میں نہیں لاتے، یہ کام انہیں کو کرنا ہے اور ہر طرح سے وہ اس کے اہل ہیں ان کی رگوں میں مجاہدین اسلام اور صاحب حمیت، فاتحین اور بانیان سلطنت کا خون ہے، اسی کے ساتھ اہل دربار اور اساطین حکومت سے رابطہ قائم کر کے ان کے دلوں میں دینی حمیت کا جوش اور خدمت اسلام کا جذبہ پیدا کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا جو اس سے کہیں بہتر تھا، اور جہانگیر کے بعد شاہجہاں آیا جو اس سے بہتر اور پابند مذہب تھا، اور شاہجہاں کے بعد ہندوستان کے تخت پر محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسا متشرع حامیٔ دین اور فقیہ و صالح بادشاہ آیا، جس کو ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

ایک اہل نظر عرب فاضل دوست[1] نے "خامس الخلفاء الراشدین" (پانچواں خلیفۂ راشد) کا لقب دیا۔

جدید تجربوں نے تو اس میں اور اضافہ کیا ہے کہ بعض جماعتیں صرف اہل ایمان کا کرسیوں تک پہنچنا ضروری نہیں سمجھتیں بلکہ اس سے آگے خاص وردی پوشش اہل ایمان کا پہنچنا ضروری سمجھتی ہیں، اور اس سے کم پر راضی نہیں، جنرل صاحب مرحوم کی ملاقاتوں کے سلسلہ میں یہ جملہ معترضہ آگیا، لیکن اس سے اس صورتحال پر روشنی پڑتی ہے، جس سے ان کو اپنے پورے دورِ اقتدار میں واسطہ رہا ہے، اب ہم پھر موضوع کی طرف آجاتے ہیں اور اس سلسلہ میں آخری ملاقات کا ذکر کرتے ہیں

جون ۱۹۸۶ء میں میرا عزیزی مولوی محمد رابع ندوی کی معیت میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے جلسہ میں شرکت کیلئے استنبول (ترکی) جانا ہوا اس سے فارغ ہوکر ۲۸ جون کو دہلی جاتے ہوئے ڈھائی تین دن کیلئے کراچی ٹھہرنا ہوا، غالباً ۲۹ جون کو اپنے ایک مرحوم دوست منصور ٹیلہ صاحب کے یہاں دوپہر کے کھانے پر تھا، کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، انہوں نے کہا کہ جنرل ضیاء ٹیلیفون پر ہیں، اور آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ میرے کراچی پہنچنے کی اطلاع ان کو کہاں سے ہوئی، میں نے ریسیور ہاتھ میں لیا،

---

[1] نامور شامی فاضل و ادیب علامہ سید علی طنطاوی (حال مقیم مکہ مکرمہ) مراد ہیں۔ جو عہد حاضر کے چوٹی کے صاحب علم و اہل قلم ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

جنرل صاحب خود بول رہے تھے، انہوں نے ہماری آمد پاکستان پر خوشی کا اظہار کیا، اور اسلام آباد آنے کی دعوت دی۔ میں نے وہاں آنے سے معذرت کی، اور کہا کہ اس وقت اس کا موقع نہیں ہے۔ بات ختم ہوگئی، رات کو دارالعلوم بنوری ٹاؤن میں جہاں قیام تھا ان کا ٹیلیفون آیا، انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں آسکتے تو میں آتا ہوں۔ میں کل کراچی آپ سے ہی ملنے آرہا ہوں، آپ دن کا وقت کسی کو نہ دیں، اتفاق سے وہی دن میری روانگی کا تھا، اور ظہر بعد دہلی کیلئے پرواز تھی صبح ایک فوجی افسر آئے، انہوں نے کہا کہ کھانا بھی آپ جنرل صاحب کے ساتھ کھائیں گے، آپ کن لوگوں کو اپنے ساتھ لانا چاہتے ہیں میں نے اپنے میزبان اور عزیز قاری سید رشید الحسن (نبیرۂ والاجاہ نواب صدیق حسن خان والیٔ بھوپال) اور اپنے رفیق قدیم اور ادیب جلیل مولانا محمد ناظم صاحب ندوی اور چند احباب کا نام بتادیا، اگلے دن صبح جنرل صاحب تشریف لائے، صدر کے محل میں ہم نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور اسی احاطے کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، جنرل صاحب بڑی سادگی اور خلوص سے ملے سیرت نبویؐ کے عطیہ کا ذکر آیا، جس کی اس وقت تک کارروائی کی تکمیل نہیں ہوئی تھی، جس کی ہم نے درخواست کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ قبول کرلیتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی، میں نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے بھی ایسے موقع پر یہی طرز عمل اختیار کیا،

معلوم ہوا اور حیرت ہوئی کہ جنرل صاحب کو فیصل ایوارڈ کے سلسلہ میں میرے طرز عمل کا علم تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حیرت کی بات یہ تھی کہ پرسنل لاء کے معاملہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی طرف سے نفقہ مطلقہ اور سپریم کورٹ کے فیصلہ کے سلسلہ میں جو ہنگامہ خیز مہم چلائی گئی اور وزیر اعظم ہند راجیو گاندھی صاحب نے پارلیمنٹ میں ایک نیا بل پیش کر کے (جو بہت کچھ علماء وارکان پرسنل لاء بورڈ کے مشوروں کی روشنی میں تیار ہوا تھا) جس حقیقت پسندی اور دانشمندی کا ثبوت دیا اس کا جنرل صاحب کو علم تھا، اور انہوں نے اس سلسلہ میں راجیو جی کے اقدام کی تعریف کی، یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مجلس کے متعدد باخبر شرکاء کو اتنی واقفیت نہیں تھی، اور ان میں سے بعض بالکل بے خبر نکلے۔

جنرل صاحب سے یہ آخری ملاقات تھی، اس وقت بالکل یہ اندازہ نہیں تھا، کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا نام بھی شہداء کے فہرست میں لکھا ہوا ہے، ان کیلئے خدا کے دربار میں پہنچنے کا وہ راستہ معین ہو چکا ہے، جس کی بڑے بڑے اولیاء اللہ نے تمنا کی اور جس کی فضیلت اور علوِ مرتبت پر قرآن وحدیث ناطق ہیں۔ ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں،

خوف اس کا ہے کہ اس سانحہ میں اس ملت کے افراد یا کسی فرد کا ہاتھ نہ ہو جسکی حفاظت اور تقویت کیلئے انہوں نے اپنی بہترین توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کیں، اور اسلامی نظام اور قوانین کے نفاذ کے سفر کی کچھ منزلیں طے کیں، اس کی تکمیل منازل کی طرف وہ رواں دواں تھے

www.abulhasanalinadwi.org

اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد (اور متعدد تجربوں کے بعد) ۔ پاکستان کے بعض حق گو اور حقیقت پسند اہل نظر کی زبان پر لکھنو ۔ کے ایک قدیم شاعر کا یہ شعر نہ ہو ۔ ؎

اچھے وہی ہیں آج جو سوتے ہیں زیر گل ۔ افسوس ہے انہیں کے ہزاروں گلے ہوئے

اللہ تعالیٰ شہید کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرمائے جن سے کوئی بشر خالی نہیں، ان کی نیت اور ارادوں اور ان کی دینی حمیت اور اسلام سے تعلق کو قبول فرمائے، اور دونوں پڑوسی ملکوں کے رہنماؤں اور قائدین و سربراہان مملکت کو اس کی توفیق دے کہ وہ شریف، حقیقت پسند، بلند نگاہ، اور عالی ظرف پڑوسی سربراہان مملکت کی طرح دونوں ملکوں کی رہنمائی کریں ان کی بہترین توانائیاں اپنے اپنے ملک کی تقویت اور استحکام، معاشرہ کی اصلاح، بڑھتے ہوئے انتشار، بدنظمی، فرض ناشناسی اور دولت پرستی کے مرض سے ان کو بچانے کی کوشش کریں جو ان دونوں ملکوں کو گھن کی طرح کھا رہا ہے تاکہ ایشیا میں ایک ایسی باوقار و باوزن، مؤثر اور مفید قیادت کو ابھرنے کا موقع ملے، جو بین الاقوامی اُمور میں بھی، اور قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کا (بزعم خود) فیصلہ کرنیوالی طاقتوں کو بھی روشنی دکھا سکے، اور عہد حاضر کیلئے بہتر، زیادہ پرسکون اور محفوظ اور باعزت ماحول پیدا کرنے میں مدد دے ۔ آمین

بشکریہ تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۸ء

القادر پرنٹنگ پریس فون : 7723748

www.abulhasanalinadwi.org